مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم (دوسری قسط)

مجسموں اور تصویروں کے متعلق اسلام کا شرعی حکم

گزشتہ مضمون کے آخر میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ازروئے احادیث و آثار کس قسم کی تصاویر یہ حرمت سے مستثنیٰ ہیں۔ اس سلسلے میں گیارہ واقعات لکھے گئے تھے۔ آج اسی سلسلے میں چند واقعات کا اور اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری بیمار پڑے تو حضرت سہیل بن حنیف ان کی عیادت کو گئے اسی اثناء میں حضرت ابوطلحہ نے ایک آدمی کو بلا کر کہا کہ نیچے کا قالین نکال لو۔ حضرت سہیل نے کہا کہ آپ اس کو کیوں نکلواتے ہیں؟ فرمایا اس میں تصویریں بنی ہیں اور اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ حضرت سہیل نے کہا لیکن آپ نے یہ بھی تو فرمایا ہے الا رقما فی ثوب یعنی کپڑے میں نقش ہو کر ہو تو جائز ہے۔ فرمایا: "ہاں یہ سچ ہے لیکن میرے دل کو یہی زیادہ پسند ہے۔"

یہ حدیث ترمذی میں ہے اور امام نے اس کو حسن و صحیح لکھا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ جواز کے باوجود احتراز و احتیاط اولیٰ ہے۔

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں دو اثر اور لکھے ہیں:-

حضرت ابوہریرۃؓ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اس میں دو مکھیوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ دانیال نبی کی انگوٹھی ہے۔ اُس کے نگینہ میں ایک مرقع تھا، دو شیر داہنے بائیں کھڑے تھے، بیچ میں ایک لڑکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو عنایت فرمائی۔

اکثر محدثین اور فقہاء نے جواز و عدم جواز تصاویر کے باب میں ذی روح اور غیر ذی روح کی تفریق کی ہے اور لکھا ہے کہ "غیر ذی روح تصاویر اس لیے جائز ہیں کہ وہ پوجی نہیں جاتیں"۔ لیکن میرے نزدیک تو یہ تفریق صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ قابلِ عبادت اور غیر قابلِ عبادت کی تفریق کی جائے۔ ہندوستان کے لوگ جانتے ہیں کہ اس ملک کے کتنے فرقے درخت پرستی میں مبتلا ہیں۔ اس بنا پر کیا ان خاص درختوں کی تصویر کشی جائز قرار دی جائے گی کہ وہ غیر ذی روح ہیں؟ میں اپنے دعوے پر حدیثِ ذیل سے استدلال کروں گا۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یترک فی بیتہ شیئاً فیہ صلیب الا نقضہ۔ (کتاب اللباس)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس پر صلیب بنی ہو لیکن اس کو مٹا دیتے تھے۔

یہ حدیث صحیح بخاری، ابوداؤد، مسند احمد اور نسائی میں ہے۔ ان میں سے بعض روایتوں میں "چیز" کے بجائے "کپڑے" کی تخصیص ہے۔ ترمذی (تفسیر سورۂ توبہ) میں ہے کہ حضرت عدی بن حاتم جب حاضرِ خدمت ہوئے تو چونکہ وہ پہلے عیسائی تھے اس لیے ان کے گلے میں صلیب پڑی تھی۔ آپؐ نے فرمایا "اے عدی! اپنے گلے سے اس بُت کو اتار ڈالو"۔ ان احادیث سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ غیر ذی روح بھی اگر "عبادتِ مشرکانہ" کے کام میں آتا ہو تو اس کی تصویر کشی بھی ناجائز ہے اور وہ بھی بُت کے حکم میں ہے۔

اس تفریق کی صحت کے ثبوت میں ایک اور واقعہ سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب صحابہ کرام نے پایۂ تخت کسریٰ (مدائن) کو فتح کیا ہے اور ایوانِ شاہی میں داخل ہوئے ہیں تو اس میں جا بجا سواروں اور پیادوں کے مجسمے اور تصویریں تھیں، ان بزرگوں نے ان کو اسی طرح چھوڑ دیا اور وہیں نمازِ شکرانہ ادا کی" امام طبری نے اس واقعہ کو تاریخ میں لکھا ہے۔[1] (صفحہ ۲۴۴۳، یورپ)

اس کے برخلاف حضرت عمرؓ کو شام میں ایک واقعہ پیش آیا۔ شام کے عیسائیوں نے اپنے کنیسہ میں حضرت عمرؓ کو مع مسلمان امرا کے دعوت دی۔ آپ نے فرمایا

انا لانستطیع ان ندخل کنائسکم هذه مع الصور التی فیها۔ — ہم تمہارے کنیسوں میں ان تصویروں کے ہوتے جو وہاں ہیں نہیں جا سکتے۔

اسی واقعے کو امام شافعی نے کتاب الام میں بسند (فیہ ابن اسحاق) نقل کیا ہے۔ اور مسند شافعی باب دعوة الذمی میں موجود ہے۔ صحابہ کے اس اختلاف طرزِ عمل کا سبب یہی ہے کہ ایوانِ کسریٰ کے مجسمے یا تصویریں مشرکانہ نہ تھیں اور ان عیسائی کنیسوں کے مجسمے اور تصویریں مشرکانہ تھیں۔

امام احمد نے مسند میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن آپ نے ان کو مامور فرمایا اور حکم دیا کہ

لایدع بها (المدینة) وثنا الا کسرہ ولا قبرا الا سوّاہ ولا صورة الا لطخها۔ (جلد ۱ صفحہ ۸۷) — مدینہ میں وہ کوئی بت نہ چھوڑیں جس کو نہ توڑیں اور نہ کوئی قبر جس کو برابر نہ کریں اور نہ کوئی "صورت" جس کو بگاڑ نہ دیں۔

اس حدیث میں اصنام، قبور کے ساتھ ساتھ تصاویر کا ذکر کیا گیا ہے جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ وہ رسوم مشرکانہ سے متعلق ہیں۔

حدیث و اثر کے بعد فقہ کا درجہ ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی جو محدث فقیہ تھے اپنا

---

[1] امام موصوف نے بحیثیت مؤرخ اس واقعہ کو لکھا ہے اور سند نا تمام۔ لیکن متعدد راویوں کی مجموعی تائید سے نقل کی ہے۔ تاہم محدثین پر اس کے تسلیم کرنے کے لیے زور نہیں دیا جا سکتا۔

فیصلہ ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں جن سے ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے :۔

ثبت بما ذکرنا خروج الصور	شرح معانی الآثار میں کہتے ہیں کہ ہم نے جو
التی فی الثیاب من الصور	بیان کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ممنوع تصاویر
المنہی عنہا وثبت ان المنہی عنہ	میں سے وہ تصویریں مستثنیٰ ہیں جو کپڑوں میں ہوں
ھی نظیر ما یفعلہ النصاریٰ	اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ممنوع وہ ہیں جو مثل اس کے
فی کنائسھم من الصور فی	ہیں جو عیسائی اپنے کنیسوں میں کرتے ہیں یعنی
جدرانھا ومن تعلیق الثیاب	دیواروں پر تصویریں بنانا اور باتصویر کپڑوں کو
المصورۃ فیھا فاما ماکان	لٹکانا لیکن جو تصویریں پاؤں کے نیچے روندی جائیں
یوطأ ویمتھن ویفترش	اور حقیر کی جائیں اور بچھائی جائیں وہ ممانعت سے
فھو خارج من ذلک وھذا مذھب	خارج ہیں۔ یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو
ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ ومحمدؒ۔	یوسف اور امام محمد کا ہے۔

امام محمد مؤطا میں حضرت ابوطلحہ والی حدیث الّا رقمًا فی ثوبٍ نقل کرکے لکھتے ہیں :۔

وبھذا ناخذ ماکان فیہ	اسی حدیث سے ہم یہ مستنبط کرتے ہیں کہ
من تصاویر من بساط یبسط	اگر تصاویر فرش یا بستر میں ہوں جو بچھائے جائیں تو
اوفراش یفرش اووسادۃ فلا	مضائقہ نہیں۔ صرف مکروہ وہ تصویریں ہیں پردہ
باس بذلک انما یکرہ من ذلک	میں ہوں اور جو کھڑی کی جائیں۔ یہی ابو حنیفہ اور
فی الستر وما ینصب نصبا وھو	ہمارے عام فقہاء کا مذہب ہے۔
قول ابی حنیفۃ والعامۃ من فقھائنا۔ (صفحہ ۳۸۰)	

ہدایہ، ردالمحتار اور عالمگیری وغیرہ میں بھی اسی تحقیق کی بازگشت ہے صرف ایک نئی بات ہے اور وہی قابلِ گرفت ہے۔ مفسداتِ صلوٰۃ کے بیان میں ہے ولا باس بان یصلی علی بساط فیہ تصاویر ولا یسجد علی التصاویر یعنی اگر جا نماز میں تصویریں بنی ہوں لیکن سجدہ ان تصویروں پر نہ کیا جائے تو نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ اور اگر مُصلّی کے سر

کے اوپر چھت میں یا سامنے یا مقابل میں تصویر ہو تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے حالانکہ جو احادیث پہلے نمبر میں گزر چکی ہیں ان سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ کراہیت ہر حال میں لازم آنی چاہیے۔ ورنہ تعجب ہے کہ ایک طرف تو تصویر کے وجود سے فرشتگان رحمت دور ہٹ جاتے ہیں اور دوسری طرف اگر جانماز تک میں تصویر ہو تو نماز کے بارانِ رحمت کا انقطاع نہیں ہوتا۔

فقیہ ابو اللیث جو محدث بھی تھے "بستان" میں چند احادیث متعلقۂ تصاویر نقل کرکے لکھتے ہیں :-

وبہ ناخذ فلا باس بان یبسط	اور انھیں احادیث سے ہم استنباط کرتے
الثیاب التی فیھا التصاویر والتماثیل	ہیں کہ جن کپڑوں میں تصاویر ہوں ان کے بچھانے
وروی عن عطاء وعکرمۃ انھما قالا	میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عطا اور عکرمہ سے مروی ہے
انما یکرہ من التماثیل ما ینصب نصباً	کہ وہ تصویریں مکروہ ہیں جو کھڑی کی جائیں لیکن جو
فاما ما وطئتہ الاقدام فلا باس بہ۔	پاؤں کے نیچے روندی جائیں اُن میں کوئی حرج نہیں۔

(باب النھی عن التصاویر)

یہ تو فقہائے احناف تھے۔ اب دوسرے ائمہ کی رائیں بھی سننی چاہئیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں :-

واستدل بھذا الحدیث علی	اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا گیا
جواز اتخاذ الصور اذا کانت لھا	ہے کہ تصویروں کا رکھنا اگر ان میں سایہ ہو (یعنی
ظل وھی مع ذلک مما یوطأ ویداس	جسامت ہو) اور وہ اسی کے ساتھ روندے بھی جائیں
او یمتھن بالاستعمال کالمخاد	یا استعمال سے ان کی حقارت کی جائے تو جائز ہے
والوسائد قال النووی وھو قول	جیسے فرش اور تکیے میں۔ امام نووی نے کہا ہے کہ
الثوری ومالک وابی حنیفۃ و	یہی امام ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی
الشافعی ولا فرق فی ذلک بین ما لہ	کا قول ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویروں
ظل وما لا ظل لہ فان کان معلقا	میں سایہ ہو یا نہ ہو اور اگر وہ دیوار میں لٹکائی جائیں
علی حائط او ملبوسا او عمامۃ او	یا وہ لباس یا عمامہ میں یا اسی قسم کی اور چیزوں

نحو ذلك مما لا يعد ممتهنا فهو حرام. یہ ہیں ہوں جو حقیر نہیں سمجھی جاتیں تو وہ حرام ہیں۔

(صفحہ ۲۳۶ جلد ۱۰)

فقہائے حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ

ومنها ان مذهب الحنابلة	کپڑے میں تصویر ہو تو جائز ہے اگرچہ وہ
جواز الصورة فی الثوب ولو كان	آویزاں ہو جیسا کہ حضرت ابو طلحہ کی حدیث میں ہے
معلقا على ما فی خبر ابی طلحة.	لیکن اگر اس سے دیوار چھپائی جائے تو ان کے
لكن ان ستر به الجدار منع عندهم.	نزدیک یہ ناجائز ہے۔

(فتح الباری جلد ا صفحہ ۳۳۶)

حنابلہ کا مذہب بالکل احادیث کی لفظی تقلید ہے۔

دو باتیں صاف کرلینی چاہئیں:۔ ایک تو یہ ہے کہ تمام فقہا متفقاً یہ کہتے ہیں کہ "اگر تصویریں محل عظمت میں نہ ہوں، مثلاً پاؤں کے نیچے ہوں یا اور کسی قسم کی ذلت میں ہوں تو جائز ہیں۔" اس عظمت اور ذلت کا کیا معیار ہے؟ اس کی تفصیل مثالوں میں کی گئی ہے، یعنی یہ کہ مثلاً فرش یا تکیے میں ہوں لیکن اس سے کوئی اصولی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ مثلاً آج کل کی طرح کتابوں میں ہوں، چائے کی پیالیوں میں ہوں تو کیا فیصلہ ہے کہ یہ محل عظمت میں ہیں یا محل ذلت میں؟ کبھی کتابیں طالب علم کا تکیہ بھی بنتی ہیں اور کبھی حفاظت سے الماریوں میں بھی رکھی جاتی ہیں۔ چائے کی پیالیاں کبھی زمین پر بھی ڈال دی جاتی ہیں اور میز پر بھی رکھی جاتی ہیں، اس لیے عظمت اور ذلت کی کوئی اصولی تفسیر کرنی چاہیے۔

فقہاء نے جابجا تصاویر کے جواز و عدم جواز کی جو صورتیں لکھی ہیں ان میں عموماً استدلال یہ کرتے ہیں کہ فلاں صورت جائز ہے اس لیے کہ اس میں اشتباہ عبادت نہیں، فلاں صورت ناجائز ہے اس لیے کہ اس میں عبادت کا اشتباہ ہوتا ہے (دیکھو ہدایہ، مکروہات صلوٰۃ) اس بناء پر عظمت و ذلت کی تفسیر یہ کی جائے گی کہ وہ صورتیں جن سے تصاویر کی تعظیم سمجھی جائے یا عبادت کی موہم ہوں یا کفار کے معابد اور عیسائیوں کے کنیسوں میں جس طور سے

تصاویر رکھی جاتی ہوں وہ عظمت ہوگی اور جن صورتوں میں ان تصاویر کے متعلق تحقیر بے پروائی اور تصاویر بحیثیت تصاویر کے کوئی خیال و خطرہ ان کی عظمت کا نہ ہوتا ہو اور نہ وہ کفار و دیگر فرق ضالّہ کے طرقِ عبادت و تعظیم اصنام سے مشابہ ہوں۔ وہ ذلّت و امتہان ہوگا۔

دیواروں میں تصاویر لگانے کی صورت اس لیے فقہاء نے ناجائز قرار دی ہے کہ رومن کیتھولک اور دیگر تصاویر پرست نصاریٰ کے معابد میں اس کا رواج ہے اور اس لیے اس سے کفار اور مشرکین کے ساتھ مشابہت مشرکانہ لازم آتی ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو قطعی طور سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اس تمام مواد سے جس کو دو صحبتوں میں ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا ہے معلوم ہوگا کہ احادیث میں اور مجتہدات ائمہ میں بھی جو صورتیں جواز و عدم جواز کی مذکور ہیں ان میں بالتخصیص کپڑوں کا ذکر ہے، لیکن ایک زمانہ دراز سے کپڑوں سے ہٹ کر کاغذوں پر تصاویر بننے لگی ہیں اور آج کل تو تصاویر زیادہ تر اسی لباس کاغذی میں جلوہ پیرا ہوتی ہیں۔ اس بناء پر یہ نیا سوال پیدا ہوگیا ہے کہ ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

اس سے بھی زیادہ قابلِ غور یہ مسئلہ ہے کہ آج کل تصاویر کی دنیا ہی بدل گئی ہے پہلے زیادہ تر تصاویر کا تعلق دیوتاؤں اور دیگر مذہبی مراسم سے تھا یا محض نمائش ان سے مقصد ہوتا تھا لیکن آج کل تو ان کے استعمال کے اس قدر نئے طرق اور ان کی مختلف ضرورتوں کے اس قدر اہم پہلو نکل آئے ہیں کہ جن سے بے اعتنائی نہیں کی جاسکتی۔

کتابوں اور رسالوں میں تصاویر ہمارے سامنے مختلف مجالس، مناظر، معرکہائے جنگ کی اصلی صورتیں پیش کرتی ہیں۔ مختلف قوموں کے خط و خال و تمدن و معاشرت کے نقشے ہم کو دکھاتی ہیں۔ اعضائے انسانی کی تشریح، جسم کی ساخت اور دیگر ضروری طبی قواعد نمایاں کرتی ہیں۔ سلطنتوں میں مجرموں کی اور سفراء اور دیگر اشخاص کی جن کا علم ضروری ہے ان سے شناخت ہوتی ہے۔ لغت کی کتابوں میں حیوانات کی تمیز اور ان کے معنی سمجھانے میں ان سے مدد لی جاتی ہے، دوست دوست باہم ان کے ذریعہ سے لطفِ ملاقات حاصل کرتے ہیں

ان میں سے کسی چیز میں بھی شائبۂ عبادت و بت پرستی نہیں اور نہ ان سے تعظیم تصا
و مراسم شرک کا گمان ہوتا ہے۔ اس بنا پر ان کاغذی تصاویر کو کپڑوں کی تصاویر پ
قیاس کیا جائے گا۔

غیر ذی رُوح کی تصاویر کو تو تمام فقہاء نے عموماً جائز کہا ہے، بحث ذی روح
ہے۔ "ذی رُوح" کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ تصویر کسی حیوان کی ایسی مکمل تصویر ہ
کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس میں جان ڈال دی جائے تو وہ زندہ ہو جائے۔ کاغذ تصا
پر یا کپڑے کی تصاویر غرض غیر مجسم تصاویر پر یہ بات صادق نہیں آتی کہ وہ ذی رُو
ہے کیونکہ وہ صرف نقش اور رنگ ہے جس میں کسی قسم کا عمق نہیں، صرف خطوط سے
شکل پیدا کی گئی ہے اور اس میں کسی طرح زندگی نہیں پیدا ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ احادی
اور کتبِ فقہیہ میں ان تصاویر کو بلکہ مجسموں کو جن کے سر کاٹ دیئے جائیں یا دھڑ علیحد
کر دیا جائے یا نصف سے کاٹ دیا جائے، جائز الاستعمال قرار دیا گیا ہے۔ نسائی میں
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس نہیں آئے۔ سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ گھر میں مجسمہ اور تصاویر موجو د
تھیں اور ایک کتّا بیٹھا تھا۔ اس کے بعد فرشتۂ غیب نے یہ تعلیم کی :۔

وفی بیتك ستر فیہ تصاویر	حالانکہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے،
فاما ان تقطع رؤسها او یجعل	جس میں تصاویر ہیں تو یا تو ان کے سر کاٹ دیجیے
بساطا یوطا	یا ان کو بچھا دیجیے۔

یہی واقعہ ترمذی، ابن حبان اور اصحابِ سُنن نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے :۔

وکان علی الباب تماثیل وکان	دروازے پر ایک مجسمہ تھا اور پردہ
فی البیت قرام ستر فیہ تماثیل...	تھا، جس میں تصویریں تھیں (جبرئیل نے کہا کہ
فمُر برأس التمثال الذی علی باب	حکم دیجیے کہ دروازہ پر جو مجسمہ ہے اس کا سر
البیت یقطع فیصیر کھیئة الشجرة و	کاٹ دیا جائے تاکہ وہ درخت کی طرح ہو جائے
مُر بالستر فلیقطع فلیجعل منہ	اور پردے کو کاٹ کر اس کے تکیے بنا لیے جائیں

وسادتان منبوذتان توطأ۔ جو پڑے رہیں اور پامال ہوں۔

اِس حدیث کو امام ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے دو باتیں ہم کو ثابت کرتی ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ اگر مجسمہ یا تصاویر کا دھڑ الگ کردیا جائے جس کے بغیر زندگی ناممکن ہو تو وہ جائز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ذی روح کی جو تفسیر اوپر بیان کی گئی ہے وہ صحیح ہے، ورنہ اگر ذی روح کے یہ معنیٰ لیے جائیں کہ وہ حیوان ہو تو اس صورت میں حضرت جبرئیل کا یہ فرمانا کہ مجسمہ کا سر کاٹ لیا جائے کہ درخت کی طرح ہوجائے" کیا معنیٰ رکھے گا؟ کیونکہ سر علیحدہ کرنے کے بعد بھی وہ ذی روح ہی کی تصویر کہی جائے گی۔

حافظ ابن حجر نسائی کی اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہیں:۔

وفی هذا الحدیث ترجیح قول	اس حدیث سے ان فقہاء کے مذہب کی
من ذهب الی ان الصورة التی	ترجیح ثابت ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ تصویر
تمتنع الملائکة من دخول المکان	جس کے سبب سے فرشتے مکان میں داخل ہونے
التی تکون فیه باقیه علی هیئتها	سے باز رہتے ہیں وہ ہے جو اپنی ہیئت پر قائم
مرتفعة غیر ممتهنة فاما لو کانت	ہو اور بلند ہو ذلیل نہ ہو یا اگر ذلیل یا غیر ذلیل
ممتهنة او غیر ممتهنة لکنها غیرت	نہ ہو لیکن اس کی ہیئت بدل دی گئی ہو اس
عن هیئتها اما بقطعها من نصفها	کا آدھا دھڑ کاٹ کر یا سر کاٹ کر تو اس میں
اوبقطع رأسها فلا امتناع۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۹)	کوئی ممانعت نہیں۔

اِس تشریح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہاف لوٹن (یعنی آدھے دھڑ کی) تصویر بالکل جائز ہے۔ اس بنا پر اگر اختلافات فقہاء سے بچنے کے لیے اور زیادہ احتیاط و تقویٰ برتنے کے لیے مسلمان صرف ہاف لوٹن فوٹو اور تصویر کو بوقت ضرورت اختیار کریں تو مناسب ہے اور ہر قسم کے خطرات حرمت سے پاک ہے۔

آج کل یورپین تمدن کے اثر سے کمروں کو تصویروں سے سجانے کا طریقہ عام طور سے مسلمانوں میں بھی رائج ہورہا ہے۔ حالانکہ تفصیل سابق سے یہ آشکارا ہوگیا ہوگا کہ یہ طریقہ اکثر ائمۂ فقہاء اور محدثین کے نزدیک احکام اسلام کے خلاف ہے کہ اس سے کفار کے

معبدوں اور نصاریٰ کے کنیسوں سے مشابہت ظاہر ہوتی ہے اور ملائکۂ رحمت اپنی آمد کا دروازہ اس مکان پر بند کر دیتے ہیں خصوصاً بعض جدید تعلیم یافتہ نوجوان تو اپنے کمروں کی آرائش ایسی حیا سوز اور برہنہ تصویروں سے کرتے ہیں کہ چشم ادب خود بخود شرمندہ ہو جاتی ہے۔

مجھ کو ایک دو دفعہ بعض تعلیم یافتہ دوستوں کے لیے آراستہ و پیراستہ "گول کمروں" میں واقعہ میلادِ نبوی بیان کرنے کا اتفاق ہوا جو حسب طرز زمانہ برہنہ وملبوس زنانہ و مردانہ تصاویر سے آراستہ تھے، اس وقت تو اپنے ضعف ایمان کے سبب سے مجھے ٹوکنے کی ہمت نہیں ہوئی لیکن جب میں نے تقریر شروع کی اور بار بار ان تصویروں پر نگاہ پڑی تو شرم آئی کہ ایک طرف تو فضائلِ محمدی اور محبت نبوی کا اس زور شور سے اعلان کر رہا ہوں اور دوسری طرف عملاً در و دیوار سے احکام نبوی کے انکار کی آوازیں سن رہا ہوں۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ میں نے صاحب مجلس سے اپنے احساس کا ذکر کر دیا جس کا صرف اتنا اثر ان پر ہوا کہ انھوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ایسے موقعوں پر وہ اس کی احتیاط کریں گے۔

مسلمان بھی کبھی ایک شاندار تمدن کے بانی تھے جس کی مٹی مٹی یادگاریں اب بھی پرانے گھروں میں نظر آئیں گی، وہ بھی اپنے ایوان و قصور کو آراستہ کرتے تھے، مگر کس سے؟ مفید نصائح، دلپذیر قطعات، پُراثر احادیث اور باموقع آیاتِ قرآنی کے خوش نما کتبات اور طغروں سے۔ اور جو اس قدر قیمتی ہوتے تھے کہ آج بھی اہلِ یورپ پرانی اور فرسودہ کتابوں کے بیچنے والوں سے ایک ایک ہزار اور دو دو ہزار کو خریدتے ہیں۔ نمائش اور خوب صورتی کے علاوہ ایک بڑا فائدہ ان میں یہ تھا کہ جب نظر اٹھتی تھی، تو نگاہ کے سامنے ایک ادب آموز معلّم کی ہوش آور صدا سنائی دیتی تھی اور شعارِ زندگی ( ) بن کر وہ ہمیشہ ہم کو ہمارے فرائض سے آگاہ کرتی رہتی تھی۔

مجسموں میں سے صرف دو قسم کے مجسمے جائز ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی گڑیا اور پردار گھوڑوں والی حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ بچوں کے کھیل تماشے کے مجسمے جائز ہیں۔ اور حضرت ابوھریرہؓ کی روایت جس میں مجسمہ کے سر کاٹ کر رکھنے کی اجازت ہے اس سے

نصف دھڑ کے مجسموں کے متعلق جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز بر بنائے آثار مرویہ ایسی چھوٹی تصویریں یا مجسمے جو کسی قدر فاصلے سے نظر نہ آئیں جائز ہیں جیساکہ ہمایہ وغیرہ میں ہے۔

آج کل جو لوگ یہ کہہ کر پورے قد کے مجسموں کو جائز سمجھنا چاہتے ہیں کہ اب دنیا میں بُت پرستی کا رواج نہیں رہا اور اب کوئی مجسموں کی پرستش نہیں کرتا، وہ اس زمانہ میں کہ خود "خدا پرستی" کا رواج نہیں رہا (خاکم بدہن) اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ لوگوں نے عقل و ہوش سے شرک و بُت پرستی کی غلطی کو محسوس کر کے چھوڑ دیا ہے بلکہ چونکہ عموماً مذہب کی طرف سے بے پروائی بڑھتی جاتی ہے اس لیے نئے تعلیم یافتہ ہندو اور عیسائی اس سے ابا کرنے لگے ہیں۔ ورنہ اگر ہندوؤں کے جاہل طبقوں کے معبدوں میں، عیسائیوں کے رومن کیتھولک گرجاؤں میں جاکر دیکھیے تو مجسمہ و بت پرستی کے مراسم اسی جوش و خروش سے منائے جارہے ہیں جیساکہ اس تمدنِ جدید سے پہلے تھا۔

آج آریہ نوجوان بُت شکنی (مورتی کھنڈن) کے پورے حامی ہیں۔ لیکن ان کو چل کر رام چندر جی کی راج دھانی **اجودھیا** میں دیکھنا چاہیے کہ وہاں نہ صرف اصلی دیوتاؤں اور دیبیوں کی پرستش ہوتی ہے بلکہ اس وسعت میں "ملکہ وکٹوریہ" کا وہ سنگی بت بھی آگیا ہے جو اجودھیا کی مقدس سرزمین میں نصب کرایا گیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جاہل ہندو پجاری ملکہ کے اس بُت کے آگے اسی طرح جھکتے ہیں جس طرح اپنے اوتاروں کے مجسموں کے آگے جُھکا کرتے ہیں اور اسی طرح اس پر پھول اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ لکھنؤ میں قیصر باغ کے پیچھے ملکہ کا جو بُت نصب ہے، اس کے ساتھ بھی کبھی کبھی اسی عقیدت کیشی کا اظہار ہوتا ہے اور اگر پہرہ کے سپاہی اٹھا دیئے جائیں تو دُنیا کے اس پرانے مذہب کے اوتاروں میں ایک نئی دیبی کا اضافہ فوراً ہو جائے۔

اس اظہار خیال سے کسی فرقے کی دل آزاری مقصود نہیں بلکہ واقعہ کا اظہار اس غرض سے مطلوب ہے کہ میرے بیان کی تصویر کا ہر رُخ اچھی طرح مسلمانوں کے سامنے واضح ہو جائے۔

سب سے آخر میں ایک اور اہم مسئلے کا چھیڑنا باقی ہے کہ کیا مُسلمانوں کو تصویر میں

اور مجسمے بنانا جائز ہے؟ نیز یہ کہ فوٹو گرافی کیا تصویر میں داخل ہے؟

اس مسئلے میں جہاں تک احادیث، آثار اور کتب فقہ کا احاطہ کیا جا سکتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاندار کی تصویر کشی یا مجسمہ سازی کسی مسلمان کے لیے کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ غیر جاندار مثلاً پھول، درخت، مکانات، پہاڑ، دریا اور مناظر طبعی کی تصویر و تجسیم بلاکراہت جائز ہے۔

علاوہ ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصوروں کے لیے سخت عذاب کی اطلاع دی ہے اور جن میں سے بعض آغاز مضمون میں لکھی گئی ہیں، اس موقع پر چند اور حدیثیں لکھی جاتی ہیں :-

صحیح **مسلم** وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرا پیشہ مصوری ہے میں ان تصویروں کو بنا کر روزی پیدا کرتا ہوں کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا قریب آجاؤ۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ

کل مصور فی النار یجعل لہ	ہر مصور دوزخ میں ہوگا۔ اس کی ہر تصویر
بکل صورۃ صورھا نفساً	کے مقابلہ میں جس کو اس نے بنایا ہے ایک
تعذبہ فی جھنم ۔	جان پیدا کی جائے گی جو اس کو جہنم میں سزا دیگی۔

ابن عباسؓ نے پھر فرمایا :

ان کنت لابد فاعلاً فاصنع	اگر تم کو ضرور ہی تصویر بنانا ہے تو درختوں
الشجر وما لا نفس لہ (کتاب اللباس)	کی اور ان چیزوں کی بناؤ جن میں جان نہیں۔

صحیحین میں ہے کہ مسلم بن صبیح اور مسروق تابعی دونوں ایک گھر میں تھے۔ جس میں تصویریں تھیں، مسروق نے کہا یہ کسریٰ کی تصویریں ہیں، مسلم بن صبیح کی رائے تھی کہ یہ حضرت مریم کی تصویریں ہیں۔ مسروق نے کہا خبردار! میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا :

اشد الناس عذابا یوم القیمۃ	قیامت کے دن سب سے سخت عذاب مصوروں
المصورون ۔	پر ہوگا۔

یاد ہوگا کہ آغاز مضمون میں لکھا جاچکا ہے کہ "سب سے سخت عذاب" کی تہدید ان مصوروں کے لیے جو مشرکانہ تصاویر بناتے ہیں۔ تاہم عذاب کے اطلاق و عمومیت سے عام مصور بھی نہیں بچ سکتے۔

صحیحین میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ مدینہ میں مروان یا سعید کے گھر گئے، دیکھا کہ اس میں تصویریں ہیں یا تصویریں بنائی جارہی ہیں، فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ خدا فرماتا ہے :-

ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرۃ او یخلقوا حبۃ۔	اُس سے گناہ گار تر کون ہوگا جو میری طرح خلق کا کام کرتا ہے۔ اچھا تو انسان ایک ذرہ کو تو بنالے، ایک دانے کو تو پیدا کرلے۔

اِس موقع پر قصداً صرف وہ حدیثیں لکھی گئی ہیں جن کو صحابہؓ نے آپ کی وفات کے بعد موقع شہادت پر پیش کیا ہے تاکہ کسی کو نسخ کا شبہ نہ ہو۔

سُنن ابن ماجہ (کتابُ اللباس) میں ایک حدیث ہے کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر لڑائی پر گیا ہوا ہے، اگر اجازت ہو تو میں گھر میں چھوہارے کے درخت کی تصویر بناؤں آپ نے اُس کو اس سے منع فرمایا۔

اِس حدیث سے ممکن ہے کہ غیر ذی روح کی تصویر کی ممانعت پر کوئی صاحب استدلال کریں۔ لیکن یہ روایت متعدد وجوہ سے ناقابلِ اعتبار ہے :-

(۱) حدیث ابن عباسؓ جس میں اس کی اجازت دی گئی ہے وہ اصح ہے اور یہ اس کے خلاف ہے۔

(۲) اس حدیث سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ نفس درخت کی تصویر کشی کی آپ نے ممانعت فرمائی، بلکہ خود روایت کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ممانعت کسی اور سبب پر مبنی تھی، ورنہ شوہر کے لڑائی پر جانے سے اور درخت کی تصویر کشی سے کیا مناسبت ہے۔ دو باتیں معلوم ہوتی ہیں :- ایک یہ کہ یا تو وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ چونکہ شوہر موجود نہیں اس

لیے گزر اوقات کے لیے وہ اس پیشے کو اختیار کرنا چاہتی ہے یا بیکاری سے گھبرا کر اس شغل سے دل بہلانا چاہتی ہے۔ آپ نے دونوں میاں بیوی کے ذاتی حالات کو جان کر اس کو اس فعل سے مصلحۃً منع فرمایا۔

(۳) لیکن اصلی بات یہ ہے کہ یہ حدیث روایۃً صحیح نہیں ہے۔ اس کا تیسرا راوی عفیر بن معدان ناقابلِ اعتبار ہے۔ "میزان الاعتدال" میں اس کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کی حسب ذیل رائیں ہیں :۔

ابوداؤد : شیخ صالح ضعیف الحدیث ۔

ابو حاتم : یکثر عن سلیم بما لا اصل لہ ۔

یحیٰی : لیس بثقۃ ، لیس بشئ ۔

احمد بن حنبل : منکر الحدیث ، ضعیف ۔

کسی نے اس کی توثیق نہیں کی ہے، اس بنا پر مسئلۂ تصاویر میں یہ حدیث کالعدم ہے۔

سب سے اخیر مسئلہ یہ ہے کہ فوٹوگرافی کیا مصوری ہے ؟ اور فوٹوگرافر پر کیا مُصوِّر کا اطلاق ہوگا ؟ اور کیا فوٹو کھینچوانا بھی داخلِ معصیت ہے ؟ اس سے پہلے کہ میں آگے بڑھوں ایک لطیفہ سنانا چاہتا ہوں ۔

ہمارے ایک مخدوم جناب بابو نظام الدین صاحب رئیس امرتسر ہیں ، ان کے گھر میں ایک فوٹو رکھا تھا۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ آپ گھر میں فوٹو رکھتے ہیں انھوں نے کہا "یہ فوٹو نہیں ہے ، فوٹو کے جواز کا فتوٰی ہے"۔ انھوں نے نزدیک جاکر دیکھا تو اس میں حضراتِ ذیل مع عبا و قبا و عمامہ کے نظر آئے :۔

علامہ سید رشید رضا مصری - مولانا شبلی نعمانی - مولانا سیّد عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء - مولانا ابوالکلام - مولانا حبیبُ الرحمٰن خان شروانی - فقیر سیّد سلیمان -

موجودہ دنیائے اسلام کے تمام "روشن خیال" علماء کی (بشرطیکہ روشن خیالی منصبِ افتاء کے خلاف نہ ہو) رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ فوٹوگرافی مصوّری نہیں ہے اور نہ فوٹو پر تصویر

کا اطلاق ہو سکتا ہے اور یہی سبب ہے کہ مصر و مراکش و ایران و قسطنطنیہ کے تمام اکابر ارباب عمائم ہم کو کاغذی پیراہنوں میں ہندوستان میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

فوٹوگرافی درحقیقت عکاسی ہے۔ جس طرح آئینہ، پانی اور دیگر شفاف چیزوں پر صورت کا عکس اتر آتا ہے اور اس کو کوئی گناہ نہیں سمجھتا، اسی طرح فوٹو کے شیشے پر مقابل صورت کا عکس اتر آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آئینہ وغیرہ کا عکس پائیدار اور قائم نہیں رہتا اور فوٹو کا عکس مسالہ لگاکر قائم کرلیا جاتا ہے۔ ورنہ فوٹوگرافر مصور کی طرح اعضاء کی تخلیق و تکوین نہیں کرتا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فوٹو عبادت کے کام میں نہیں آتے تاہم احتیاط و تقویٰ اسی کا مقتضی ہے کہ بجائے پورے قد کے فوٹو کے مسلمان صرف آدھے دھڑ یعنی ہاف ٹون فوٹو کھینچیں اور کھینچوائیں۔ اور حقیقت میں انسان کی شناخت اور پہچان صرف اوپر ہی کے دھڑ سے ہوتی ہے اور فوٹو سے یہی مقصود ہے۔ ونسئل اللہ العصمۃ من الخطاء والزلل۔

شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم (اردو)

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم اے سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا، قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دوسرا ایڈیشن شائع کر دیا گیا ہے۔ معیار طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

قیمت :- دس روپے

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی

صدر - حیدرآباد - سندھ